AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ماورائے عدالت سزائیں: قتل، قید، جبری گمشدگی اور نیفے میں پستول کا شرعی، قانونی اور سماجی جائزہ

EXTRA-JUDICIAL PUNISHMENTS: A SHARIAH, LEGAL, AND SOCIAL ANALYSIS OF KILLING, IMPRISONMENT, ENFORCED DISAPPEARANCE, AND ENCOUNTER KILLINGS

1. Dr. Rashid Muneer
Assistant Professor, Department of Natural Sciences and Humanities, UET, New Campus, Kala Shah Kaku, Lahore, Pakistan.
Email: dr.rashidlkv@gmail.com
2. Dr. Jawad Haider
Assistant Professor, Government Associate College, Renala Khurd, Okara, Pakistan.
Email: haider.arf@gmail.com

Abstract

This research presents a comprehensive analytical study of extra-judicial punishments prevalent in contemporary Pakistani society, including extra-judicial killings, unlawful imprisonment, enforced disappearances, and police encounter killings. The study examines these practices through the lenses of Islamic Shariah, constitutional law, and their social implications. The research argues that extra-judicial punishments fundamentally contradict the Islamic principles of justice, due process, and the presumption of innocence, which require that no person be punished without clear evidence, proper judicial proceedings, and the right to defense. Similarly, the Constitution of Pakistan guarantees fundamental rights including the right to life, liberty, and fair trial, which are systematically violated by extra-judicial measures. The study analyzes the doctrine of "al-asl bara'at al-dhimmah" (the principle that every person is presumed innocent until proven guilty) and the Qur'anic emphasis on tathabbut (verification) and bayyinah (clear evidence) as foundational Islamic principles that prohibit punishment without proof. It also critiques the recent Anti-Terrorism Amendment Bill 2025, which expands preventive detention powers, arguing that such laws undermine judicial oversight and create opportunities for abuse. The study highlights the negative social consequences of extra-judicial punishments, including erosion of public trust in the justice system, increased social fragmentation, and the risk of targeting innocent individuals. It also acknowledges the public frustration with the slow and corrupt judicial system that drives support for extra-judicial actions. The research concludes that sustainable peace and justice can only be achieved through strengthening the formal judicial system, ensuring accountability, and adhering to the Islamic and constitutional principles of justice, fairness, and due process.

Keywords: *Extra-Judicial Killings, Enforced Disappearance, Islamic Law, Constitutional Rights, Due Process, Human Rights, Judicial Reform*

دہشت گردی کا ناسور کسی طور تھمتا دکھائی نہیں دے رہا۔ پُر امن علاقے بدامنی کا شکار نظر آتے ہیں۔ دوسری طرف اس ناسور کے خاتمے اور وسیع تر قومی مفاد کے نام پر بعض ایسی کارروائیاں دکھائی دیتی ہیں جو مسئلے کے حل کے بجائے مزید پیچیدگیوں اور معاشرتی ناہمواریوں کا سبب بن رہی ہیں۔ اس سلسلے میں قتل تک سے گریز نہیں برتا جارہا، حبسِ بے جا معمولی بات ہے، جبری گمشدگیوں کا معاملہ تاحال حل طلب ہے؛ اور اب کچھ عرصے سے نیفے میں پستول چلنے کی کارروائی بھی معمول بن گئی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مضبوط نظامِ عدل ہی معاشرتی استحکام کی بنیاد ہے، اس کے بغیر نہ تو متوازن معاشرہ وجود میں آسکتا ہے، اور نہ ہی امن و امان قائم ہوسکتا ہے۔ عرب معاشرے ہوں یا غرب، جہاں کہیں بھی دنیا میں ہمیں امن دکھائی دیتا ہے، وہاں قانون کی بالادستی، قانون کی پاسداری اور قانون پر عملداری بھی دکھائی دیتی ہے۔ جبکہ پاکستان کی قومی اسمبلی میں منظور کیے گئے انسدادِ دہشت گردی ترمیمی بل 2025 کے تحت ملکی سلامتی کے لیے خطرہ بننے والے افراد کو پہلے تین ماہ حراست میں رکھا جائے گا اور اگر ضرورت محسوس کی گئی تو مشترکہ تحقیقاتی ٹیم کی منظوری سے مزید تین ماہ حراست میں رکھا جاسکتا ہے۔ بظاہر یہ ترمیم دہشت گردی کے ناسور کے تریاق کے طور پر لائی گئی ہے، عین ممکن ہے کہ اس سے فوائد بھی حاصل ہوں، لیکن درحقیقت اس ترمیم نے پورے پاکستان اور پاکستان کی ساری عوام کو عدمِ تحفظ سے دوچار کردیا ہے۔ اب کسی بھی شخص کو بآسانی گرفتار کیا جاسکتا ہے اور اس کی گرفتاری پر واویلا کام آئے گا نہ شور شرابہ، عدالت کام آئے گی نہ حکومت۔ ہمارے ہاں سیاسی مخالفین کے ساتھ

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

جو رویے رکھے جاتے ہیں، کچھ بعید نہیں اس قانون کا سب سے بڑا شکار سیاسی مخالفین کو ہی بنا دیا جائے۔ مزید برآں مذہبی و مسلکی منافرت میں بھی کسی کو محض شک کی بنیاد پر قید کیا جاسکے گا اور اس پر عوامی، عدالتی یا قانونی دباؤ کام نہیں آسکے گا۔ شاید یہی ہارڈ سٹیٹ ہے، جس کا اظہار کچھ عرصہ قبل مقتدر حلقوں کی طرف سے کیا گیا ہے۔

ڈان نیوز کے مطابق "یہ بل 3 سال کے لیے نافذ العمل ہو گا، اس دوران کسی بھی مشتبہ شخص کو 3 ماہ تک زیر حراست رکھا جاسکے گا، بل کے تحت سیکشن 11 فورای کی ذیلی شق ایک میں ترمیم کر دی گئی۔ ترمیم کے تحت مسلح افواج یا سول آرمڈ فورسز کسی بھی شخص کو حفاظتی حراست میں رکھنے کی مجاز ہوں گی، ملکی سلامتی، دفاع، امن و امان، اغوا برائے تاوان اور ٹارگٹ کلنگ میں ملوث کسی بھی شخص کو حراست میں رکھا جاسکے گا۔ متن کے مطابق مذکورہ جرائم میں ملوث شخص کی حراست کی مدت آرٹیکل 10 کے تحت بڑھائی جاسکے گی، زیرِ حراست شخص کے خلاف تحقیقات مشترکہ تحقیقاتی ٹیم کرے گی۔ متن کے مطابق متعلقہ تحقیقاتی ٹیم ایس پی رینک کے پولیس افسر، خفیہ ایجنسیوں، سول مسلح افواج، مسلح افواج اور قانون نافذ کرنے والے دیگر اداروں پر مشتمل ہو گی، ٹھوس شواہد کے بغیر کسی بھی شخص کو زیرِ حراست نہیں رکھا جاسکے گا۔" 1

ماورائے عدالت کارروائیوں میں جبری گمشدگیوں کے علاوہ ایک معاملہ پولیس یا اداروں کی جانب سے خود سے سزائیں دینے کا بھی ہے۔ بہت سے پولیس مقابلوں پر سنجیدہ حلقوں کی طرف سے شک کا اظہار کیا جاتا رہا ہے۔ نجی ٹی وی کی ایک رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کی رپورٹ کے مطابق سی سی ڈی مقابلوں کی ایف آئی آرز کے جائزے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں ایک ہی جیسا پیٹرن استعمال کیا گیا ہے۔ ملزمان کا پولیس پر فائرنگ کرنا، اندھیرے کا فائدہ اٹھا کر ساتھیوں کا فرار ہونا اور مشکوک موٹر سائیکل سواروں جیسے جملے معمولی فرق کے ساتھ ہر جگہ دہرائے گئے ہیں۔ متعدد ایف آئی آرز میں یہ عجیب دعویٰ کیا گیا ہے کہ ملزم نے زخمی ہونے کے بعد اور دم توڑنے سے پہلے ہوش میں آکر اپنا نام، پتہ اور مجرمانہ پس منظر خود بتایا۔ ان بیانات کو کسی مجسٹریٹ یا میڈیکل افسر کے سامنے ریکارڈ نہیں کیا گیا اور نہ ہی کسی مقابلے میں آزاد گواہ یا کسی راہگیر کے زخمی ہونے کا ذکر ہے۔ یہ یکسانیت ظاہر کرتی ہے کہ یہ رپورٹس حقائق پر مبنی ہونے کے بجائے "کاپی پیسٹ" کی گئی ہیں۔ لاہور ہائی کورٹ کے مطابق جعلی پولیس مقابلوں کے خلاف روزانہ تقریباً ۵۰ درخواستیں موصول ہو رہی ہیں۔ ۲۰۲۵ء کے آٹھ ماہ میں کم از کم ۶۷۰ سی ٹی ڈی مقابلے دستاویزی شکل میں لائے گئے۔ ان مقابلوں میں ۹۲۴ ملزمان ہلاک ہوئے، جبکہ پولیس کے صرف دو اہلکار جان سے گئے۔ ماورائے عدالت قتل کے الزامات کے باوجود حکومتی شخصیات کی طرف سے سی ٹی ڈی کی کارکردگی کو سراہا گیا ہے۔ 2

ہمارے نقطہ نظر کے مطابق ماورائے عدالت کسی بھی قسم کی سزا شریعت اسلامیہ سے متصادم ہونے کے ساتھ ساتھ بنیادی انسانی حقوق، عقلِ عامہ، اخلاقی پیمانوں اور آئینِ پاکستان کے بھی خلاف ہے۔ اسلامی شریعت کی رو سے کسی بھی شخص کو بغیر کسی ٹھوس شہادت، ثبوت یا دلیل کے کوئی سزا نہیں دی جاسکتی، نہ قتل، نہ قید، نہ جبری گمشدگی، نہ نیفے میں پستول، نہ کسی قسم کی اور سزا۔ نیز اعترافِ جرم کے لیے بھی کوئی سزا نہیں دی جاسکتی ہے اور نہ ہی کسی شبہے کی بنیاد پر کسی سزا سے دوچار کیا جاسکتا ہے۔ سزا دینے کا اختیار صرف عدالت کا ہے، کسی بھی انتظامی افسر کو یہ اختیار حاصل نہیں۔

شک کی بنا پر ثبوت کے بغیر سزاؤں کی شرعی حیثیت:

ہمارے ہاں رائج ان ماورائے عدالت سزاؤں اور محض شک کی بنیاد پر بلا دلیل مہینوں قید رکھنے کے قوانین کا جائزہ لیا جائے، تو معلوم ہوتا ہے کہ ثبوت کے بغیر کسی کو سزا دینا اصلاً اسلام کے مزاج کے ہی خلاف ہے، کیونکہ جب تک کسی شخص کے خلاف کسی جرم، زیادتی یا تقصیر کا واضح ثبوت نہ ہو تو اسے نہ تو کوئی سزا دی جاسکتی ہے، نہ ہی اس پر کوئی مؤاخذہ یا ذمہ داری عائد کی جاسکتی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

قرآن مجید میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِنْ سَبِيلٍ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ 3

نیکوکاروں (یعنی بے قصور لوگوں) پر کوئی گرفت نہیں، اور اللہ بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے۔

ابن العربیؒ اس آیت کریمہ سے ایک قاعدہ اخذ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

1https://www.dawnnews.tv/news/1267082
2https://www.youtube.com/watch?v=ju39VvDVoV0
3سورۃ التوبہ:91

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

«وهذا عموم ممهّد في الشريعة أصل في رفع العقاب عن كل محسن» 4

اور یہ آیت کریمہ شریعت کے اس عام اور محکم اصول کی بنیاد ہے کہ ہر نیک (بے گناہ) شخص ہر طرح کی سزا سے بری ہے۔

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں:

«هذه الآية أصل في رفع العقاب عن كل محسن» 5

یہ آیت ہر نیک شخص کے لیے کسی بھی طرح کی سزا سے بری ہونے میں اصل ہے۔

امام ابو بکر الجصاصؒ فرماتے ہیں:

"آیت کے مفہوم میں ہر اس شخص کے لیے عموم ہے جو کسی بھی جہت سے صفت احسان سے متصف ہو۔ ایسے شخص پر اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔" 6

امام رازیؒ لکھتے ہیں:

«هذا العموم يقتضي أن الأصل في حال كل مسلم براءة الذمة، وعدم توجه مطالبة الغير عليه في نفسه وماله، فيدل على أن الأصل في نفسه حرمة القتل إلا لدليل منفصل، والأصل في ماله حرمة الأخذ إلا لدليل منفصل، وأن لا يتوجه إليه شيء من التكاليف إلا لدليل منفصل؛ فتصير هذه الآية بهذا الطريق أصلًا معتبرًا في الشريعة في تقرير أن الأصل براءة الذمة» 7

یہ آیت کریمہ اپنے عموم میں اس بات کی متقاضی ہے کہ ہر مسلمان اصل میں ہر ذمہ سے بری ہے اور اس کی جان ومال کے بارے میں کسی غیر کا مطالبہ کچھ بھی لائق توجہ نہیں۔ یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ کسی مسلمان کی جان کے بارے میں اصل حکم یہ ہے کہ اس کا قتل حرام ہے، الا یہ کہ اس قتل پر الگ سے (مستقل) کوئی دلیل موجود ہو۔ نیز اس کے مال کے بارے میں اصل یہ ہے کہ اس کا مال لینا حرام ہے، الا یہ کہ اس پر الگ سے (مستقل) کوئی دلیل موجود ہو۔ اور اس پر کسی مستقل دلیل کے بغیر کوئی حکم بھی عائد نہیں کیا جاسکتا۔ پس اس تناظر میں یہ آیت کریمہ شریعت کے اس معتبر اصول کو ثابت کرتی ہے کہ «الاصل براءة الذمہ» یعنی ہر انسان اصل میں ذمہ سے بری ہے۔

عز بن عبد السلامؒ فرماتے ہیں:

«فإن الله خلق عباده كلهم أبرياء الذمم، والأجساد من حقوقه، وحقوق العباد، إلى أن تتحقق أسباب وجوبها» 8

بیشک اللہ نے اپنے تمام بندوں کو پیدا فرمایا ہے اس حال میں کہ وہ سب ہر طرح کے ذمہ سے پاک ہیں۔ یعنی ان پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور بندوں کے حقوق تب تک لازم نہیں جب تک ان ذمہ داریوں کے ثابت ہونے کے اسباب ظاہر نہ ہو جائیں۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَمَن جَآءَهُۥ مَوۡعِظَةٞ مِّن رَّبِّهِۦ فَٱنتَهَىٰ فَلَهُۥ مَا سَلَفَ وَأَمۡرُهُۥٓ إِلَى ٱللَّهِ﴾ 9

جس شخص کو اس کے رب کی طرف سے یہ نصیحت پہنچے اور آئندہ کے لیے وہ سود خوری سے باز آجائے، تو جو کچھ وہ پہلے لے چکا، اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے۔

«أنّه لمّا نزل تحريم الربا خافوا من الأموال المكتسبة من الربا قبل التحريم، فبينت الآية أن ما اكتسبوا من الربا قبل التحريم على البراءة الأصلية حلال لهم، ولا حرج عليهم فيه» 10

4أحكام القرآن (995/2)
5[Source verification required]
6[Source verification required]
7تفسير الرازي (128/16)
8قواعد الاحكام
9البقرة۲۷۵

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ایک جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ إِذْ هَدَاهُمْ حَتَّىٰ يُبَيِّنَ لَهُم مَّا يَتَّقُونَ﴾ 11

اللہ کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ لوگوں کو ہدایت دینے کے بعد پھر گمراہی میں مبتلا کرے جب تک کہ انہیں صاف صاف بتا نہ دے کہ انہیں کن چیزوں سے بچنا چاہیے۔ درحقیقت اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جب مشرکین کے لیے مغفرت طلب کرنے کی ممانعت کر دی تو جن لوگوں نے اپنے مشرک رشتہ داروں کے لیے پہلے مغفرت طلب کی تھی، انہیں اللہ کے عذاب کا خوف لاحق ہوا، تو یہ آیت نازل ہوئی کہ جو مسلمان پہلے سے راہ راست پر گامزن ہیں اس نادانستہ غلطی پر ان کا مواخذہ نہیں ہو گا، کیونکہ انہیں براءۃ اصلیہ حاصل ہے اور یہ کہ اللہ کی طرف سے مواخذہ اس کا ہوتا ہے جو حق واضح ہو جانے کے بعد بھی باطل پر قائم رہے۔

امین شنقیطیؒ لکھتے ہیں:

« فإنهم لمّا استغفروا لموتاهم المشركين، فنزل قوله تعالى: {مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ} [التوبة/ ١١٣] ندموا على استغفارهم للمشركين، أنزل اللّٰه الآية مبينة أن ما فعلوه من الاستغفار لهم على حكم البراءة الأصلية قبل نزول التحريم، لا مؤاخذة عليهم به حتى يحصل بيان ما ينهى عنه۔ » 12

ایک آیت کریمہ میں یوں بیان ہوا ہے:

﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا 15﴾ 13

اور ہم عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک کہ ہم رسول نہ بھیج دیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کسی قوم پر تب تک عذاب نہیں بھیجتا، جب تک ان میں رسول بھیج کر حجت قائم نہ کر دے، اور جب تک رسول بھیج کر انہیں حق و باطل کی راہیں واضح طور پر نہ سجھا دے۔ رسول کی بعثت سے قبل عذاب نہ دینے کی وجہ انسان کو براءت اصلیہ کا حق حاصل ہونا ہے۔ اور چونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ عین عدل کرنے والے ہیں اس لیے کسی کو یہ حق حاصل ہو اور اللہ کسی سزا میں پکڑ لیں یہ ممکن نہیں ہے۔

ایک اور آیت کریمہ میں بیان ہوا ہے:

﴿وَلَا تَنكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُم مِّنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ﴾ 14

اور جن عورتوں سے تمہارے باپ نکاح کر چکے ہوں ان سے ہرگز نکاح نہ کرو، مگر جو پہلے گزر چکا۔

نیز فرمایا:

﴿وَأَن تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا 23﴾ 15

اور یہ (بھی تم پر حرام ہے) کہ تم دو بہنوں کو جمع کرو سوائے اس کے جو پہلے گزر چکا، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔

ان آیات میں گویا یہ کہا جا رہا ہے کہ تمہاری سوتیلی مائیں بھی ماؤں ہی کے مقام پر ہیں لہذا ان سے نکاح کرنا انتہائی شرمناک اور قابل مذمت ہے۔ البتہ جو نکاح اس حکم کے آنے سے پہلے تک تم کر چکے ہو وہ کالعدم نہیں اور نہ ہی ان سے پیدا شدہ اولاد ناجائز تصور ہو گی۔ اسی طرح ایک وقت میں ایک شخص کا دو بہنوں کو نکاح میں رکھنا بھی ناجائز ہے، سوائے ان کے جو نکاح پہلے ہو چکے۔ پہلے کے نکاحوں کو قائم رکھنا گویا براءت اصلیہ کی دلیل کی بناء پر ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ﴾ 16

10كتاب مذكرة أصول الفقه على روضة الناظر؛ محمد الأمين الشنقيطي، ص:١٩٠
11التوبة/ ١١٥
12مذكرة أصول الفقه على روضة الناظر؛ محمد الأمين الشنقيطي، ص:٢٢
13[Source verification required]
14النساء: ٢٢
15[Source verification required]
16النساء: 135

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

"اے ایمان والو! انصاف پر مضبوطی سے قائم رہو اور اللہ کے لیے گواہی دینے والے بنو۔"

اس آیت کریمہ سے استدلال یہ ہے کہ شریعت میں سزا کا نفاذ انصاف اور گواہی سے وابستہ ہے۔ جہاں گواہی (یعنی ثبوت) نہ ہو، وہاں عدل کا تقاضا یہی ہے کہ کسی پر سزا عائد نہ کی جائے۔

اسی طرح دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرَىٰ﴾ 17

کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

یعنی ہر شخص کی ذمہ داری اپنی ذات تک محدود ہے، جب تک کسی جرم کا یقینی ثبوت نہ ہو، اسے دوسرے کے جرم یا ذمہ داری کا شریک نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔

اسی طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ 18

"اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر مکلف نہیں ٹھہراتا۔"

تکلیف کا تعلق دلیلِ شرعی اور استطاعت سے ہے۔ جب تک شرعاً کوئی ذمہ داری ثابت نہ ہو، انسان ہر ذمے سے بری رہتا ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ﴾ 19

اے ایمان والو ایسے امور سے متعلق سوال نہ کرو کہ اگر وہ تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں بری لگیں۔

یہ سکوت کسی حکم کے متعلق لاعلمی یا لوگوں کو اس سے بے خبر رکھنے کی وجہ سے نہیں، بلکہ اس لیے ہے کہ اس میں اصلاً درگزر کا حکم ثابت ہوتا ہے۔ اور عفو کا تقاضا عام اباحت اور جواز کا ہے، نیز اس کام کے کرنے والے سے تنگی اور مؤاخذہ ختم کرنا ہے۔ گویا اس میں بھی اس اصول کی تائید پائی جاتی ہے کہ شرعی احکام کے ثبوت یا عدمِ ثبوت کے باب میں اصل براءت معتبر ہے۔ یعنی جب تک کسی حکمِ شرعی کے ثبوت پر دلیل قائم نہ ہو، اصل حکم یعنی اباحت اور عدمِ تکلیف کو برقرار رکھا جائے گا۔

فقہی قاعدہ:

اس سلسلے میں فقہی قاعدہ ہے کہ « الأصل براءة الذمة » اصل میں ہر شخص بری الذمہ ہے جب تک جرم ثابت نہ ہو جائے۔ اسی طرح ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ « الیقین لایزول بالشک » شک کی وجہ سے یقین زائل نہیں ہوتا۔ چونکہ اصلاً ہر شخص کا ہر ذمے سے بری ہونا مبنی بر یقین ہے، اس لیے اس یقین کو محض شبہات و احتمالات اور شکوک کی بناء پر ترک نہیں کیا جا سکتا۔

مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ تمام انسان اصل میں بے گناہ ہیں۔ اور جب تک کسی کا جرم ثابت نہ ہو جائے اسے مجرم قرار نہیں دیا جا سکتا۔ قید کیا جا سکتا ہے، نہ نظر بند، مارا پیٹا جا سکتا ہے نہ کسی اور اذیت سے گزارا جا سکتا ہے۔ اور اسے قانونی شکل دے دینا تو اس سے بھی اگلے درجے کا ظلم ہے۔ اس کا بار ان لوگوں پر ہے جو ناحق کسی کو اذیت دیتے ہیں۔

﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا﴾ 20

اور جو لوگ مومن مردوں اور عورتوں کو بے قصور اذیت دیتے ہیں انہوں نے ایک بڑے بہتان اور صریح گناہ کا وبال اپنے سر لے لیا ہے۔

شبہے کی بناء پر سزا:

ہمارے ہاں ایسی سزاؤں کو بسا اوقات یہ کہہ کر جسٹیفائی کیا جاتا ہے کہ ملزم بارے اشارہ یا شبہہ موجود تھا، جس کی وجہ سے اسے اٹھایا گیا یا سزا دی گئی۔ یہاں سوال یہ ہے کہ کیا شریعتِ اسلامیہ کی رو سے کسی کو شبہے، شک یا محض اشارے کی وجہ سے بڑی بڑی سزاؤں سے دوچار کیا جا سکتا ہے؟ خاص طور پر جبری گمشدگی جس میں ملزم سے زیادہ

17 سورۃ الأنعام:164

18 سورۃ البقرۃ:286

19 المائدہ ۱۰۱

20[Source verification required]

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

اس کے گھر والے زیادہ اذیت میں ہوتے ہیں۔ ہماری رائے میں شریعت اسلامیہ کے مطابق کسی شبہے، امکان، گمان یا محض احتمال کی بناء پر کسی کو سزا نہیں دی جاسکتی اور نہ ہی اس پر کوئی ذمہ ثابت ہوتا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ وہ اصول ہے جسے قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا﴾ 21

گمان حق سے کچھ کفایت نہیں کرتا۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ » 22

ظن (گمان) سے بچو، کیونکہ ظن (گمان) سب سے جھوٹی بات ہے۔

ظن سے مراد وہم وخیال اور شبہ وگمان ہے جو عقلی و نقلی دلیل سے عاری ہو۔ ایسا شبہہ اور واہمہ جو کسی کو اس کے حق سے محروم کردے سخت مذموم ہے۔ چونکہ شبہات پر کسی ذمے کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی ہے، اس لیے نبی کریم ﷺ نے شبہات کی بناء پر اللہ کی حدود کو بھی روکنے کا حکم ارشاد فرمادیا: حدیث مبارکہ میں ہے: « ادرءوا الحدود بالشبهات، ادفعوا القتل عن المسلمين ما استطعتم » 23 شبہات کی وجہ سے حدود کو روک دو اور حتی المقدور مسلمانوں کو قتل سے بچاؤ۔

ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ﴾ 24

دین میں کوئی جبر نہیں۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« البَيِّنَةُ على المُدَّعِي، واليَمِينُ على المُدَّعَى عليه » 25

دعویٰ کرنے والے کے ذمے دلیل دینا اور انکار کرنے والے پر قسم ہے۔

گویا مدعا علیہ (جس پر دعویٰ کیا گیا ہو) ہر ذمے سے بری ہے، جب تک مدعی دلیل سے اس کے خلاف کچھ ثابت نہ کرے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ بغیر دلیل کے کسی کو اس کے بنیادی انسانی حقوق سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔

اسی طرح ایک اور حدیث مبارکہ میں یوں بیان ہوا ہے:

« لو يُعْطَى الناسُ بدعواهم لادّعى رجالٌ أموالَ قومٍ ودماءَهم، ولكن البينةَ على المدّعي واليمينَ على من أنكر » 26

"اگر لوگوں کو ان کے دعووں پر دے دیا جائے، تو لوگ دوسروں کے مال اور خون کا دعویٰ کرنے لگیں گے، لیکن (اصول یہ ہے کہ) دلیل دعویٰ کرنے والے پر ہے، اور قسم انکار کرنے والے پر ہے۔"

اس حدیث مبارکہ سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ کسی کا حق ثابت کرنے یا کسی کو کسی حق سے محروم کرنے کے لیے دلیل ضروری ہے، ورنہ اصل میں وہ شخص ہر طرح کے الزام سے بری ہے۔ اسی طرح ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے کہ:

« ادرءوا الحدودَ بالشبهات » 27

---

21 یونس: 36

22 بخاری، ۵۱۴۳

23 [Source verification required]

24 البقرۃ: 256

25 [Source verification required]

26 مسلم، رقم 1711

27 [Source verification required]

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

"شبہات کی بناء پر حدود کو روک دو۔"

جب اللہ کی حدود (جو مبنی بر وحی، قطعی، اور عین عدل ہیں) شبہ کی وجہ سے ساقط ہو سکتی ہیں، تو انسانی قانون (جو وضعی، ظنی اور امکانِ خطا پر مبنی ہے) کو محض گمان، شبہ یا غیر یقینی ثبوت کی بناء پر لاگو کرنا شرعاً، عقلاً، اخلاقاً ہر لحاظ سے نامناسب ہے۔ اصولی طور پر فیصلے کی بنیاد تین چیزوں پر ہوتی ہے: اقرار (اعترافِ جرم)

بیّنہ (شرعی شہادت و ثبوت)

نکول (قسم سے انکار وغیرہ، جہاں شرعاً اس کا اعتبار ہو۔)

ان کے علاوہ جو کچھ ہے وہ قرائن اور شواہد کی بنیاد پر اجتہادی نوعیت کا معاملہ ہے۔ اور یہ ایک ایسی وادی میں قدم رکھنا ہے جہاں اہل تقوی داخل ہونا صریح ہلاکت شمار کرتے ہیں۔ کیونکہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ

﴿وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ﴾ 28

"اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔"

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے گمان سے بھی منع فرمایا ہے:

﴿ان الظن لا یغنی من الحق شیئا﴾ 29

اور بے بنیاد الزامات سے بھی منع فرمایا ہے تاکہ لوگوں کو بے جا اذیت سے محفوظ رکھا جا سکے۔

﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا﴾ 30

"اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بغیر کسی قصور کے (الزام لگا کر) ایذا دیتے ہیں، انہوں نے یقیناً ایک بڑے بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ اپنے سر اٹھا لیا۔"

نیز ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ﴾ 31

"اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم نادانی میں کسی قوم کو نقصان پہنچا بیٹھو، پھر اپنے کیے پر پشیمان ہونا پڑے۔"

اس سلسلے میں بنیادی اصول یہ ہے کہ:

« المتهم بريئ حتي تثبت ادانته » 32

"ملزم اس وقت تک بے گناہ ہے جب تک اس کا جرم ثابت نہ ہو جائے۔"

اس لیے جن مقدمات میں ثبوت صرف ظنی نوعیت کے ہوں یا ایسے دلائل پیش کیے گئے ہوں جو یقین کے درجے تک نہ پہنچتے ہوں، ان میں مقدمہ خارج کر دینا اور بریت کا فیصلہ زیادہ مناسب ہے، تاکہ لوگوں پر بغیر دلیل کے ظلم نہ ہو۔

یہ تو عدالتوں میں شبہات و قرائن کی بنیاد پر فیصلے کرنے کا معاملہ ہے، جہاں تک بات شبہات کی بنا پر ماورائے عدالت سزا دینے کی ہے تو اس کی سنگینی کس قدر ہے، کوئی صاحب عدل، شریعت کا عالم، ماہر امورِ سماجیات اور قانون دان ہی جان سکتا ہے۔

28[Source verification required]
29[Source verification required]
30سورۃ الاحزاب:58
31[Source verification required]
32[Source verification required]

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ماورائے عدالت سزاؤں کا آئینی و قانونی جائزہ:

پاکستان کے آئین و قانون کی رو سے بھی ماورائے عدالت کارروائیوں کا کسی طور کوئی جواز ممکن نہیں۔ آئینِ پاکستان واضح طور پر انسانی حقِ زندگی اور آزادی کا تحفظ فراہم کرتا ہے۔

آرٹیکل ۹ میں درج ہے:

"کسی شخص کو زندگی یا آزادی سے محروم نہیں کیا جائے گا، ماسوائے اس کے کہ قانون اس کی اجازت دے۔"

ماورائے عدالت سزائیں اس بنیادی حق کی صریح خلاف ورزی ہیں۔ خصوصاً ایسی پیشگی حراست جس کے لیے واضح قانونی جواز، عدالتی نگرانی یا قانون کے مطابق مقررہ طریقۂ کار موجود نہ ہو، آئین میں دیے گئے حقِ آزادی کے ساتھ ہم آہنگ نہیں سمجھی جا سکتی۔ گویا "قانون کی اجازت" کی شرط صرف عدالتی نگرانی کے ساتھ اپنا جواز رکھتی ہے، اس کے لیے محض انتظامی حکم کافی نہیں۔

آرٹیکل ۱۰ واضح کرتا ہے کہ گرفتار شخص کو 24 گھنٹے کے اندر مجسٹریٹ کے سامنے پیش کرنا لازمی ہے۔ آرٹیکل ۱۰ میں درج ہے:

(1) کسی بھی گرفتار شدہ شخص کو ایسی گرفتاری کی وجوہات سے جتنی جلدی ممکن ہو آگاہ کیے بغیر تحویل میں نہیں رکھا جائے گا، اور نہ ہی اسے اپنی پسند کے قانونی مشیر (وکیل) سے مشورہ کرنے اور اس کے ذریعے اپنا دفاع کروانے کے حق سے محروم کیا جائے گا۔

(2) ہر وہ شخص جسے گرفتار کر کے تحویل میں لیا گیا ہو، اسے گرفتاری کے چوبیس گھنٹوں کے اندر (گرفتاری کے مقام سے قریب ترین مجسٹریٹ کی عدالت تک سفر کے لیے درکار وقت کو نکال کر) مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیا جائے گا، اور کسی بھی ایسے شخص کو مجسٹریٹ کے حکم کے بغیر مذکورہ مدت سے زیادہ تحویل میں نہیں رکھا جائے گا۔

چوبیس گھنٹے کے اندر مجسٹریٹ کے سامنے پیشی کی شرط دراصل انتظامیہ اور پولیس کے اختیارات پر آئینی نگرانی (Judicial Oversight) کا ایک ذریعہ ہے، تاکہ ملزم کے بنیادی حقوق کا تحفظ ممکن ہو سکے۔

قانون کے مطابق سلوک (آرٹیکل ۴): اس کے علاوہ ماورائے قانون یا ماورائے عدالت کسی قسم کا سلوک آرٹیکل ۴ کے بھی منافی ہے، اس میں کہا گیا ہے کہ آئین کے مطابق ہر شہری کا یہ بنیادی حق ہے کہ اس کے ساتھ قانون کے مطابق سلوک کیا جائے۔ آئین کی رو سے ریاست کے تمام ادارے قانون کے پابند ہیں اور کسی فرد یا ادارے کو قانون سے بالاتر حیثیت حاصل نہیں۔ آرٹیکل 4(2)(a) خاص طور پر یہ ہدایت کرتا ہے کہ کسی بھی شخص کی زندگی، آزادی، جسم، ساکھ یا جائیداد کو نقصان پہنچانے والا کوئی بھی اقدام قانون کے سوا نہیں کیا جائے گا۔ انسانی وقار اور تشدد کی ممانعت (آرٹیکل ۱۴): آئین انسانی وقار کو ناگزیر قرار دیتا ہے۔ آرٹیکل 14(2) دو ٹوک الفاظ میں کہتا ہے کہ کسی بھی شخص کو شہادت حاصل کرنے کی غرض سے تشدد کا نشانہ نہیں بنایا جائے گا۔ یہ دورانِ حراست ہر طرح کی اذیت یا تشدد کو غیر آئینی قرار دیتی ہے۔ منصفانہ سماعت کا حق (آرٹیکل ۱۰۔اے): آرٹیکل A10 ہر شہری کو کسی بھی مجرمانہ الزام کی صورت میں منصفانہ سماعت (Fair Trial) اور مناسب قانونی طریقہ کار (Due Process) کا حق دیتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سزا دینے کا اختیار صرف عدالت کو ہے، پولیس یا کوئی دوسرا ادارہ خود جج بن کر سزا نہیں دے سکتا۔ نیز جرم ثابت ہونے تک ہر ملزم کو بے گناہ خیال کیا جانا چاہیے۔ شہریوں کی برابری (آرٹیکل ۲۵): تمام شہری قانون کی نظر میں برابر ہیں اور قانون کے یکساں تحفظ کے حقدار ہیں۔ اگر کوئی سرکاری اہل کار قانون ہاتھ میں لیتا ہے، تو وہ بھی قانون کے سامنے جوابدہ ہے کیونکہ آئین کسی کو قانون سے بالاتر ہونے کی اجازت نہیں دیتا۔

خلاصہ یہ کہ آئینِ پاکستان کے تحت کسی بھی شہری کو سزا دینا صرف عدالت کا اختیار ہے۔ لہٰذا پولیس، انتظامیہ یا کسی دوسرے ریاستی ادارے کی جانب سے قانون کے مقررہ طریقۂ کار کو نظر انداز کرتے ہوئے کسی شخص کو جسمانی، مالی یا جانی نقصان پہنچانا، یا اسے ماورائے عدالت سزا دینا، نہ صرف غیر قانونی بلکہ صریحاً غیر آئینی عمل ہے۔ ایسے اقدامات ریاست میں قانون کی حکمرانی، عدالتی بالادستی اور بنیادی انسانی حقوق کے تصور کو مجروح کرتے ہیں۔

معاشرے پر منفی اثرات

ماورائے عدالت سزائیں چاہے کسی ڈاکو کو قتل کرنا ہو یا کسی کے نیفے میں پستول چلانا، کسی کو حبسِ بے جا میں رکھنا ہو یا کسی کو اٹھا لینا، سب سے پہلے تو یہ عمل اس بات کا اظہار ہے کہ عوام کے ساتھ ساتھ انتظامیہ بھی پاکستان کے نظام بالخصوص عدالتی سسٹم سے مایوس ہو چکی ہے۔ یہ اقدام عدلیہ پر عدم اعتماد ہیں۔ یہ اقدام اس بات کا اعلان ہیں

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

کہ ہمارا سسٹم بوسیدہ ہو چکا ہے، لہٰذا اس سے کسی قسم کی خیر بر آمد ہونا ممکن نہیں۔ ماورائے عدالت سزائیں اس کا برملا اظہار ہیں اور حکومتی مشینری کا اس پر اداروں کو شاباش دینا اس پر مہرِ تصدیق ثبت کرنا ہے۔

ماورائے عدالت سزا دینے سے بے گناہوں کے شکار ہونے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ اس پر کئی ایک عملی ثبوت بھی موجود ہیں، اس کا ایک بین ثبوت چکوال میں آسٹریلوی شہریت یافتہ فیملی پر فائرنگ اور ایک معصوم بچی کے قتل کا حالیہ واقعہ ہے۔ جب گواہ، وکیل، جرح اور اپیل کچھ بھی نہیں ہو گا تو ایسے قتل آہستہ آہستہ معمول بن جائیں گے۔ حکومتی اہلکار اپنے مفادات کی تکمیل کے لیے ایسے اقدام کرنے سے بھی پرہیز نہیں کریں گے۔

جب سرکاری ادارے خود کو قانون سے بالا خیال کریں تو قانون کی حکمرانی محض ایک دعویٰ رہ جاتا ہے۔ انصاف کی بالادستی ایک خواب اور ایک نعرہ بن کر رہ جاتی ہے۔ جس سے سماجی بے چینی اور نفرت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

جب عدالتوں کے بجائے فیصلے اہلکاروں کے سپرد کر دیے جائیں تو انتقامی کارروائیوں کی راہ کھل جاتی ہیں اور ذاتی عناد پر مبنی کارروائیوں کے امکانات بھی بڑھ جاتے ہیں۔

اس طرح کے اقدامات سے عوام میں مایوسی پھیلتی ہے اور محسوس کرنے لگتے ہیں کہ ان کی جان، مال کچھ بھی محفوظ نہیں اور ہمیں قانونی تحفظ حاصل نہیں، بلکہ ہم بے لگام بیوروکریسی اور طاقت ور اداروں کی مرضی کے سپرد ہیں۔

جب معاملات عدالتوں کے بجائے حکومتی اہلکاروں کے سپرد ہو جائیں تو ردعمل کے طور پر شدت پسندی ظہور میں آتی ہے اور عوام الناس میں انتقامی رجحانات کو تقویت ملتی ہے اور لوگ غیر قانونی راستے اختیار کرنے لگتے ہیں۔ ماورائے عدالت کارروائی اکثر باقاعدہ تفتیش اور عدالتی تحقیق کا متبادل بن جاتی ہے، جس سے جرم کے اصل اسباب اور اصل مجرم سامنے نہیں آپاتے۔

اس طرح کی کارروائیوں کا ایک نتیجہ یہ بھی نکلتا ہے کہ انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے باعث ملک کو عالمی تنقید، سفارتی دباؤ اور بعض اوقات اقتصادی نقصانات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اس طرح کی کارروائیوں کا ایک پہلو یہ بھی ہے، جس سے کسی طور صرفِ نظر نہیں کیا جاسکتا کہ جب ادارے تحقیق کے بجائے غیر قانونی ذرائع اختیار کریں تو اعلیٰ معیارات پر تحقیق و تفتیش، فرانزک رپورٹس پر مبنی تحقیقات، سائنسی بنیادوں پر نتائج کا حصول رک جاتا ہے۔

الغرض بہت سی ایسی سماجی اور معاشرتی قباحتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جن سے معاشرہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو کر عدم استحکام کی جانب بڑھنے لگتا ہے۔

معاشرے پر مثبت اثرات

ماورائے عدالت کارروائیوں کے اس پہلو کو بھی سامنے رکھنا چاہیے کہ عوام الناس کی اکثریت ان کارروائیوں کو سراہتی ہے۔ اس سے کم از کم یہ پہلو تو کھل کر سامنے آتا ہے کہ لوگ عدالتی نظام کے جھمیلوں سے اکتا گئے ہیں اور فوری انصاف چاہتے ہیں۔ ذیل میں عوامی رائے کے تناظر میں اس کے کچھ مثبت پہلو بھی پیش کیے جاتے ہیں:

۱۔ ہمارا عدالتی نظام اس قدر فرسودہ، مہنگا اور بدعنوانی کا شکار ہو چکا ہے کہ عوام ظلم برداشت کر لیتے ہیں، عدالتوں کی طرف رُخ نہیں کرتے کہ یہ ایک طرح سے نیا عذاب ہے۔ اس لیے جب ڈاکوؤں، بدکاروں اور چوروں کے خلاف کوئی کارروائی ہوتی ہے تو ان کے سینے ٹھنڈے ہو جاتے ہیں۔ بلاشبہ وہ خوشی محسوس کرتے ہیں، جس سے ان کے چہرے دھمک اٹھتے ہیں۔ خاص طور پر ایسے علاقوں میں جہاں لوگ جرائم سے مسلسل پریشان ہوں، خطرناک مجرموں کے خاتمے سے عوام کو اطمینان اور تحفظ کا احساس ملتا ہے۔ اور اگر کوئی انہیں کہے کہ یہ تو طریقہ کار درست نہیں تو ان کا جواب ہوتا ہے کہ آپ ایسا اس لیے کہہ رہے ہیں کہ آپ کے ساتھ ایسا کوئی واقعہ رونما نہیں ہوا۔ اب اس لاجک کا کیا جواب دیا جائے؟

۲۔ اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ جب خطرناک مجرموں کے خلاف سخت اور فوری کارروائی ہوتی ہے تو بعض علاقوں میں جرائم کی شرح کم ہو جاتی ہے۔ مجرم یہ محسوس کرتے ہیں کہ ان کے خلاف فوری اور سخت ردِ عمل آسکتا ہے، جس سے اکثر مجرم باز رہتے ہیں۔

۳۔ اس سے مظلوموں کی دادرسی ہوتی اور ان کے جذبات کو تسکین ملتی ہے۔ سنگین جرائم کے متاثرین اور ان کے اہل خانہ بعض اوقات فوری کارروائی کو انصاف کے مترادف سمجھتے ہیں۔ جب عوام کو محسوس ہو کہ مقدمات برسوں چلتے ہیں یا مجرم ثبوتوں کی کمی سے بچ نکلتے ہیں تو وہ ایسی کارروائیوں کو نظام کی کمزوری کا متبادل سمجھنے لگتے ہیں۔

۴۔ منظم جرائم پیشہ نیٹ ورکس کے سرغنوں کے خلاف سخت کارروائی ان کی سرگرمیوں کو متاثر کرتی ہے۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

۵۔ عوام میں یہ پیغام بھی جاتا ہے کہ ریاست جرائم کے سامنے بے بس نہیں۔ گویا ایک طرح سے حکومتی رٹ مضبوط ہوتی ہے۔

۶۔ سنگین جرائم کے بعد عوامی اشتعال بعض اوقات فوری کارروائی سے کم ہو جاتا ہے۔

۷۔ سخت نتائج دیکھ کر دوسرے لوگ بھی جرم سے بچتے ہیں۔

بلاشبہ یہ فوائد حاصل ہو رہے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ فوائد وقتی ہیں۔ معاشرہ تب ہی مستحکم ہوتا ہے جب عدالتی نظام مضبوط ہو، قانون کی عملداری ہو اور جلد انصاف فراہم کیا جائے، چنانچہ اس سلسلے میں چند سفارشات درج ذیل ہیں:

تجاویز و سفارشات:

۱۔ قانون کی بالادستی کو ہر حال میں یقینی بنایا جائے۔ ریاستی اداروں، پولیس اور انتظامیہ کو قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے کارروائی کا پابند بنایا جائے اور کسی فرد یا ادارے کو قانون سے بالاتر نہ سمجھا جائے۔

۲۔ فوجداری نظامِ انصاف کو مؤثر اور تیز تر بنایا جائے۔ مقدمات کے غیر ضروری التوا، تاخیر اور پیچیدگیوں کو کم کیا جائے تاکہ مجرموں کو بروقت سزا ملے اور عوام ماورائے عدالت اقدامات کی طرف مائل نہ ہوں۔

۳۔ پولیس کی پیشہ ورانہ تربیت اور تفتیشی صلاحیتوں میں اضافہ کیا جائے۔ جدید فرانزک، ڈیجیٹل شواہد اور سائنسی تحقیق کے ذرائع کو فروغ دے کر جرم کے ثبوت جمع کرنے کے نظام کو مضبوط بنایا جائے۔

۴۔ گواہوں اور متاثرین کے تحفظ کا مؤثر نظام قائم کیا جائے۔ بہت سے مقدمات کمزور گواہی یا گواہوں کو دھمکیوں کی وجہ سے ناکام ہو جاتے ہیں، اس لیے گواہوں کے تحفظ کے لیے خصوصی اقدامات ضروری ہیں۔

۵۔ پولیس اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کا مؤثر احتساب کیا جائے۔ اگر کوئی اہلکار اختیارات سے تجاوز کرے یا غیر قانونی کارروائی میں ملوث ہو تو اس کے خلاف شفاف اور غیر جانبدارانہ کارروائی ہونی چاہیے۔

۶۔ عدالتی نگرانی کے نظام کو مزید مضبوط بنایا جائے۔ گرفتاری، حراست اور تفتیش کے مراحل میں عدالتی نگرانی کو یقینی بنایا جائے تاکہ شہریوں کے بنیادی حقوق محفوظ رہیں۔

۷۔ عوام میں قانونی شعور بیدار کیا جائے۔ لوگوں کو یہ سمجھایا جائے کہ انصاف اور انتقام میں فرق ہے اور قانون کے بغیر دی جانے والی سزا بالآخر معاشرے کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے۔

۸۔ جرائم کے بنیادی اسباب کے خاتمے پر توجہ دی جائے۔ دینی شعور دیا جائے۔ آخرت میں جوابدہی کے احساس کو فروغ دیا جائے۔ غربت، بے روزگاری، منشیات، ناخواندگی اور سماجی ناانصافی جیسے عوامل پر قابو پا کر جرائم کی شرح کو کم کیا جا سکتا ہے۔

۹۔ مجرم اور ملزم کے درمیان فرق کو ملحوظ رکھا جائے۔ محض الزام یا شبہے کی بنیاد پر کسی شخص کو مجرم قرار نہ دیا جائے بلکہ جرم کا ثبوت اور عدالتی فیصلہ ہی مجرم ہونے کا معیار ہونا چاہیے۔

۱۰۔ اسلامی اصولِ عدل کو پیشِ نظر رکھا جائے۔ شریعتِ اسلامیہ نے عدل، تحقیق، شہادت اور بینات کی بنیاد پر فیصلے کرنے کا حکم دیا ہے۔ لہٰذا کسی بھی فرد کے جان، مال یا عزت کے متعلق فیصلہ واضح شرعی اور قانونی تقاضوں کے مطابق ہونا چاہیے۔

۱۱۔ ریاستی رِٹ اور شہری حقوق میں توازن قائم رکھا جائے۔ جرائم کے خلاف سخت کارروائی ہونی چاہیے، لیکن یہ سختی قانون کے دائرے میں ہونی چاہیے تاکہ امن و امان بھی قائم رہے اور انصاف کا معیار بھی مجروح نہ ہو۔

۱۲۔ قانونی اصلاحات کے ذریعے سزا سے بچ نکلنے کے راستے بند کیے جائیں۔ اگر عوام میں ماورائے عدالت کارروائیوں کی حمایت بڑھ رہی ہے تو اس کی ایک بڑی وجہ مجرموں کا سزا سے بچ نکلنا بھی ہے۔ لہٰذا قانون سازی اور عدالتی اصلاحات کے ذریعے اس مسئلے کا مؤثر حل تلاش کیا جائے۔

جرائم کا خاتمہ ہر مہذب معاشرے کی ضرورت ہے، لیکن انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ جرم اور سزا کے درمیان قانون، ثبوت، عدالتی نگرانی اور منصفانہ سماعت کا مرحلہ موجود ہو۔ ماورائے عدالت کارروائیاں اگرچہ بعض اوقات وقتی طور پر مؤثر محسوس ہوتی ہیں، لیکن ایک پائیدار، منصفانہ اور اسلامی معاشرے کی بنیاد قانون کی بالادستی، عدل کے قیام اور ہر شہری کے بنیادی حقوق کے تحفظ پر ہی استوار ہو سکتی ہے۔